آزادی!

حضرت احسان دانش رح

نبوت ہے سراپا جذبۂ تعمیرِ آزادی
شہادت مستقل اک سرخیٔ تحریرِ آزادی

لہو برسا، بہے آنسو، لٹے رہرو، کٹے رشتے
ابھی تک نامکمل ہے مگر تعمیرِ آزادی

فضائیں کر رہی ہیں ذوقِ ایثار و عمل پیدا
لہو میں دوڑتا ہے شعلۂ تاثیرِ آزادی

لہو موسم نے رویا گردشِ گردوں نے رخ بدلا
مرے خوابوں کو جب بخشی گئی تعبیرِ آزادی

مجھے ہر نامناسب بات پر تنقید کا حق ہے
مری تخریب سے تعبیر ہے تعمیرِ آزادی

مجاہد کوہ و دریا کی حدوں میں رہ نہیں سکتے
ہماری جنگ ہو گی جنگِ عالمگیرِ آزادی

غلامی کے دھوئیں اُڑنے لگے بھڑکنے کو ہیں شعلے
فضاؤں میں جو گونجا نالۂ شبگیرِ آزادی

جو کہنا تھا اُسے سب کہہ گیا قرآں کے پردے میں
زمانہ حشر تک کرتا رہے تفسیرِ آزادی

مجھے دنیا کے ہر گوشے میں قندیلیں جلانے دو
مرا مذہب ہے اک پیغامِ عالمگیرِ آزادی

رہے گا دینِ فطرت پھیل کر اقصائے عالم میں
نہیں ہے یہ خدا سرحد خطِ تقدیرِ آزادی

زمانے کو اب آزادی کے معنی ہم بتائیں گے
غلط ہوتی رہی ہے آج تک تفسیرِ آزادی

مقالہ محرم

حضرت عامر عثمانی مرحوم

مقامِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سچ یہ ہے کہ یزید و معاویہؓ کے سلسلہ میں عوام کے خیالات غصہ سے زیادہ نرمی اور تاؤ سے زیادہ علم کے متقاضی ہیں۔ وہ بیچارے نہ معتد بہ علم رکھتے ہیں نہ گہری بصیرت۔ جس ماحول میں انہوں نے آنکھیں کھولیں، پلے، بڑھے، وہاں یزید کی شخصیت ایک ابلیس مجسم کی حیثیت میں متعارف تھی۔ شیعہ پروپیگنڈے سے متاثر حضرات کا یہ عالم تھا کہ آنکھیں بند کرکے یزید کے فسق و فجور پر ایمان رکھتے تھے۔ یہ نفسیات کا مسلمہ ہے کہ آدمی اگر پہلے سے کوئی عقیدہ دل میں لئے بیٹھا ہو یا کوئی خاص میلان و رجحان رکھتا ہو تو اس کے دل و دماغ کو وہی دلائل و شواہد زیادہ اپیل کرتے ہیں جو اس کے عقیدہ و میلان کی تائید میں ہوں اور ان دلائل و شواہد کو وہ نظر انداز کر دیتا ہے یا ان کی تاویل کر لیتا ہے جو اس کے عقیدہ و میلان کی تردید کر رہے ہوں یہی تمام معاملات میں ہوتا ہے اور یہی یزید و معاویہ کے مسئلہ میں بھی ہوتا رہا۔ آج سے نہیں صدیوں پہلے سے حضرت معاویہؓ کے غالی مخالفین کا پروپیگنڈہ اور کذب و افترا نہ صرف کم علم عوام بلکہ پڑھے لکھے خواص کو بھی متاثر کرتا چلا آ رہا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں جن لوگوں نے دورِ خلافت اور اس کے بعد کی تاریخیں لکھیں وہ حبِ علیؓ کے نام پر بغضِ معاویہ کے شکار تھے اور حضرت معاویہ کو ملعون و مطعون ٹھہرانے کا سب سے بہتر راستہ انہیں یہ نظر آیا کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے جس بیٹے کو خلافت کے لئے نامزد کر دیا تھا، اسے جی بھر کے ملعون و مردود اور فاسق و فاجر دکھلا دیں، اس کا قدرتی اور لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حضرت معاویہؓ کی دیانت، دین داری اور حق پرستی خود بخود مجروح بلکہ مطعون ہو کر رہ جائے گی۔ چنانچہ وہ اپنی اس شاطرانہ چال میں خوب کامیاب ہوئے اور ہر شخص دیکھ رہا ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے اہلِ سنت امیر معاویہؓ کے بارے میں سخت ناگفتہ بہ خیالات کے اسیر ہیں اور حضرت حسینؓ کی مظلومیت کا پس منظر انہیں اس قدر ورغلا گیا ہے کہ ایک عظیم صحابیؓ کی صحابیت بھی ان کی نظر میں کوئی وزنی شے باقی نہیں رہ گئی۔ حالانکہ اگر وہ حضرت حسینؓ کی مظلومیت کو جذبات کی بجائے بصیرت و تدبر کی عینک سے دیکھتے اور رطب و یابس سے بھری ہوئی تاریخوں کے عوض محفوظ و مضبوط روایات پر تکیہ کرتے تو بالیقین ان پر واضح ہوتا کہ امیر معاویہؓ ایک جلیل القدر صحابی ہونے کے علاوہ دورِ اوّل کے ان ممتاز ترین مدبرین میں سے ہیں جن پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے معاملہ فہم، مردم شناس اور بے لاگ مدبر نے آخر عمر تک بھروسہ کیا اور جن پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صحابی نے مکمل اعتماد کا قولاً و عملاً اظہار فرمایا۔ وہی تنہا گورنر ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ و شر کی آگ تمام بلادِ اسلامیہ میں سلگائی جا رہی تھی، ان کے زیرِ نگیں شام میں کوئی فاسد تحریک نہیں اٹھی اور جب مصر، کوفہ اور بصرہ سے باغی مدینے پہنچے تو شام کا ایک فرد بھی ان میں شامل نہیں تھا۔ ہم یقین سے کہتے ہیں کہ اگر حضرت عثمانؓ حضرت معاویہؓ کے انتہائی مدبرانہ مشوروں کو قبول فرما لیتے تو واقعات یوں نہ پیش آتے جس طرح پیش آئے۔

یزید سے ہمیں براہِ راست کوئی دلچسپی نہیں۔ ہمارا احساس تو حضرت معاویہؓ کی حرمت و آبرو کے تعلق سے تڑپ اٹھتا ہے۔ اور حضرت معاویہؓ کی حرمت و آبرو بھی ہمیں اس لئے مطلوب و محبوب نہیں ہے کہ وہ بادشاہ تھے بلکہ اس لئے مطلوب و محبوب ہے کہ وہ صحابی تھے، کاتبِ وحی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے تفقہ کو سراہا ہے۔ ان کے والد ابوسفیانؓ کی فتح مکہ کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے اتنی بڑی پاسداری کی ہے کہ تاریخ اس کی نظیر نہیں لا سکتی۔ ان کی عزت ہمارے اس عقیدے کی عزت ہے جو جملہ صحابہؓ کے بارے میں ہم رکھتے ہیں بلکہ یوں کہیے جملہ اہلِ سنت رکھتے ہیں۔

البتہ یزید کی جو منقبت اور عظیم تعریف بخاری کی حدیث میں آئی ہے، اس کے باعث ہم دل سے خود اس پر لعن طعن کر سکتے ہیں نہ ان لوگوں کو اس کا مشورہ دے سکتے ہیں۔ جو بخاری کی عظمت اور مقام سے واقف ہیں، بخاری وہ کتاب ہے کہ اسناد کی عمدگی اور مضبوطی کے پہلو سے تمام امت اسے قرآن کے بعد سب سے صحیح اور مستند کتاب مانتی ہے۔ اس میں جو روایت آجائے اس کے خلاف روایات کے ہزاروں دفتر بھی نامعقول ہیں۔ جب تک کہ یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ بخاری کی سند کمزور اور مخالف روایات کی اسناد مضبوط ہیں۔ یزید و معاویہ کے بارے میں جو کتبِ تاریخ متداول ہیں ان کی روایات کا بخاری کے مقابلہ میں مضبوط ہونا تو کجا وہ تو اہلِ علم کے نزدیک اس قابل بھی نہیں کہ روایات محدثین کی کسی بھی صف میں انہیں جگہ دی جائے۔ پھر یہ کون سا ایمان و دیانت ہے کہ آسانی سے مان لے کہ بخاری) میں تو اللہ کے سچے اور برگزیدہ رسول فداہ امی و ابی حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کے جنتی ہونے کی بشارت دیں اور غلامانِ رسول کے لئے یہ جائز ہو کہ ضعیف و موضوع روایات کے سہارے اور کذب و افترا پر مشتمل پروپیگنڈے سے مغلوب و متاثر ہو کر یزید کی شیطنت کا ڈھنڈورا پیٹیں، اسے جہنمی قرار دیں اور کبھی ڈھکے چھپے، کبھی کھلم کھلا حضرت معاویہؓ پر چھینٹے اڑائیں، ان کی دینداری کو مجروح کریں، انہیں دشمنِ رسول باور کرائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا۔	میری امت کے اس پہلے گروہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی جس نے بحری جنگ لڑی۔

تاریخ ناقابل تردید طور پر شاہد ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی بحری جنگ حضرت معاویہؓ نے لڑی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بحری جنگ لڑنے کی اجازت نہیں دیتے تھے حتیٰ کہ اس کی اجازت طلبی پر انہوں نے حضرت معاویہؓ کو سخت جواب بھی دیا جس کے بعد انہیں اصرار کی جرأت نہ ہو سکی، اس کے بعد حضرت عثمانؓ

کا دور آیا تو انہوں نے اجازت دے دی اور حضرت معاویہؓ نے بحر روم کے مشہور جزیرے قبرص پر حملہ کر کے فتح حاصل کی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودے پر ہماری جانیں قربان۔ وہ مسلمان ہی کب ہو سکتا ہے جو قولِ رسولؐ پر کامل بھروسہ نہ کرے۔ ذرا دیکھئے اسی حدیث میں ایک ایسی پیشین گوئی بھی ہے جو پوری ہو چکی۔ اس حدیث کی راویہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔

قلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم۔

میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم بھی اس میں (پہلے بحری لشکر میں) ہوں گے، حضور نے فرمایا، ہاں تم بھی ایسی ہوگی

اور تاریخ گواہ ہے کہ قبرص پر حملہ کرنے والے لشکر میں ام حرام بنت ملحان اور ان کے شوہر عبادہ بن صامتؓ شامل تھے۔ پھر ساحل قبرص پر اترنے کے بعد ان کا گھوڑا بدکا، جس سے گر پڑیں اور مر گئیں، ان کے اسی طرح مرنے کی پیشین گوئی بھی کتب احادیث میں موجود ہیں۔

اب آگے چلئے۔ یہی ام حرامؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔

اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یا رسول اللہ قال لا۔

میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو شہر قیصر (مملکت روم) پر حملہ کرے گا اس کی مغفرت مقدر ہو چکی ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہم بھی ایسی ہوں گے، حضور نے جواب دیا نہیں۔

اور تاریخ شاہد ہے کہ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والی پہلی مسلمان فوج وہی ہے۔ جو یزید کی سرکردگی میں مصروف جہاد ہوئی تھی، اس میں ابن عمرؓ ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابو ایوب انصاری اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ شریک تھے۔ جب استاذ المکرم حضرت مولانا حسین احمد مدنی طاب اللہ ثراہٗ کے درس بخاری میں یہ حدیث ہمارے سامنے آئی تو حقیقت میں ہم بھی انہی لوگوں میں تھے جو یزید کو ایک مجسم شیطان کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن اس وقت ہم کانپ اٹھے، لرز گئے نعوذ باللہ من ذالک جس شخص کو جنتی ہونے کی سردار دو جہاں صادق و مصدوق محبوب سبحانی خاتم النبیین الف الف مرۃ علیہا الصلوٰۃ والسلام خبر دیں۔ اسے ہم ملعون و مردود جہنمی حالانکہ ہماری آنکھوں نے اس کا کوئی فسق و فجور نہ دیکھا ہو، ہم نے توبہ کی اور اسی دن سے کتب تاریخ پر براہ راست نظر ڈالنے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ قدماء کی جتنی بھی کتابیں ہمیں میسر آسکیں، ان میں یزید و معاویہ کے حالات پڑھے، جو عبارت سمجھ میں نہ آئی، استادوں سے سمجھی، جن روایتوں کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی تھی ان کے راویوں کی تحقیق کی۔ لیے اسماء الرجال کی کتابیں چھانیں، حال یہ کھلا کہ حضرت معاویہ پر تہمت لگانے والی روایات کے راویوں کا تو ایک بھی سلسلہ سند ایسا نہیں ہے جس میں کوئی شیعی یا متروک یا مجہول راوی شامل نہ ہو اور یزید پر تہمت باندھنے والی روایات میں کوئی ایک بھی سلسلہ سند ایسا نہیں، ہے جو فن روایت کے معیار پر کھرا اتر سکے، زیادہ تر تو ایسے راوی ان اسناد میں ملتے ہیں جنہیں اسماء الرجال کی کتابوں میں کذاب، مفتری، وضاع، مدلس وغیرہ بتایا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ان روایات سے حضرت معاویہ کی ایمانداری اور یزید کی اعتراض سے بالاتر عمدہ حالت کا پتہ چلتا ہے ان میں سے بعض تو سند کے پہلو سے بخاری و مسلم کی ہمسر کی ہیں۔ بعض ان سے ہلکی ہیں۔ مگر مردود و متروک نہیں اور کم سے کم متقابل روایات کی اسناد سے بمراتب اعلیٰ ہیں۔ ایسی صورت حال میں ہماری یہ خلش بھی دور ہو گئی کہ یزید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی کیوں بتایا۔

مسلمان بھائیوں کی غلط فہمیاں جہل و نادانی کی کن گھاٹیوں تک ٹھوکریں کھانے جا رہی ہیں۔ اس کا اندازہ اس عبارت سے کیجئے جو ایک دوست نے خط میں نقل کر کے بھیجی ہے

"یزید ایک پھیک رو اور نہایت ہی بدشکل نوجوان تھا جس کو حکومت کے کاموں کے بجائے کتوں، بندروں، عورتوں، شراب اور گانے سے بے حد دلچسپی تھی۔ یزید نے چونکہ امیر معاویہؓ کے دور امارت میں آنکھ کھولی تھی شہزادگی کی زندگی بسر کی تھی اس لئے جوان ہوتے ہی وہ عشرت پسندی کا شکار ہو گیا، وہ ہر وقت شراب کے نشے میں بدمست رہتا تھا۔ اس کی کوئی مجلس شراب و کباب کے تذکرے سے خالی نہ ہوتی تھی۔ انتہا یہ کہ حرمین شریفین میں بھی شراب ساتھ رہتی تھی۔ نشہ میں آیات قرآنی کے استخفاف سے بھی باز نہ رہتا تھا، زمانہ حج میں شراب پینے سے باز نہ رہتا تھا۔ سوتیلی ماؤں اور بہوؤں اور بھتیجیوں تک سے نکاح جائز سمجھتا تھا۔ یزید کی انتہائی معصیت شعاری کا یہ عالم تھا کہ اس نے (نعوذ باللہ) ام المومنین حضرت عائشہ تک کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ نماز روزے سے اسے کوئی سروکار نہ تھا۔ لہو و لعب میں ہر وقت مصروف رہتا تھا۔"

یہ ایک ایسے رسالے کے مضمون کی عبارت ہے جو اہل سنت ہونے کا مدعی ہے اور حدیث پر ایمان رکھتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس عبارت میں جو کچھ کہا گیا وہ اس حسن نیت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ یزید کو جتنا مردود ثابت کریں گے حضرت حسین کی مظلومیت و عظمت اتنی ہی فزوں ہوگی۔ اور لکھنے والے کو یقین ہوگا کہ وہ حق ہی لکھ رہا ہے لیکن اس کو کیا کیجئے کہ حسن نیت اور یقین کی بنیاد جہالت، کند ذہنی اور بے خبری پر ہو اس سے سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں نکل سکتا۔ عالمگیر بد ظلم و شقاوت کے جو الزامات بعض متعصب مورخین نے لگائے ہیں وہ شاید کذب و افترا کا ایسا گھناؤنا پلندہ نہ ہوں۔ جتنا یزید پر لگائے ہوئے الزامات کا یہ پلندہ ہے اسے چھوڑیئے کہ یہ سند فیہ من گھڑت باتیں کہاں سے آئیں اور اپنے جیسے سمجھداروں کی عقل پر بھروسہ کیجئے پڑھے، اسے دیکھنے کہ یزید کو ایسا ہی بدکار اور لعین مان لینے کے بعد ان حضرت معاویہؓ کی دینداری، حق پسندی، شرافت اور منزلت صحابیت کا کیا حشر ہوتا ہے۔ جنہوں نے یزید کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔ اور ان بے شمار صحابہؓ کی حق گوئی کس درجہ میں لائق اعتبار رہ جاتی ہے۔ جنہوں نے اس نامزدگی کو خلاف شرع نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ جب یزید خلیفہ ہو گیا تو اس کی بیعت کی اور ان عالی مقام صحابہؓ کے ہوش و حواس کہاں تک سالم نظر آتے ہیں جنہوں نے یزید کی سرکردگی میں جہاد کیا۔ یزید کی امامت میں نمازیں پڑھیں، یزید کے ہدیئے اور وظیفے قبول کئے۔

سوچیئے ایک حضرت حسینؓ کی مظلومیت و حق پسندی میں چار چاند لگانے کے لئے بھولے لوگ کس مقدس گروہ کی حرمت و ناموس کے بخئے ادھیڑ رہے ہیں آپ سنجیدگی سے غور کریں گے تو محض ایک ہی جواب ملے گا کہ یہ کردہ عمل صرف ان لوگوں کا ہو سکتا ہے جو تنہا علی کرم اللہ وجہٗ اور خاندان ہاشمی